ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)
Vol.9.No.1 2026

ناصر کاظمی کی شعریاتِ غزل کا تجزیاتی مطالعہ
AN ANALYTICAL STUDY OF NASIR KAZMI'S POETICS OF GHAZAL

حاجی محمد
پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، نیشنل کالج آف بزنس ایڈمنسٹریشن اینڈ اکنامکس، ملتان
پروفیسر ڈاکٹر محمد شکیل پتافی
شعبہ اُردو، نیشنل کالج آف بزنس ایڈمنسٹریشن اینڈ اکنامکس، ملتان

Haji Muhammad
Ph.D Scholar Urdu, NCBA&E, Sub Campus, Multan
Prof. Dr. Muhammad Shakeel Patafi
Department of Urdu, NCBA&E, Sub Campus Multan

Abstract
The poetry of Nasir Kazmi represents a profound synthesis of classical Urdu ghazal traditions and modern existential sensibilities, characterized by short meters, unique imagery, and a melodious style. While strictly adhering to traditional structures like meter, rhyme, and rhythm, his work elegantly explores the interiority, psychological depths, and alienation of the modern individual, transforming conventional forms into a meaningful expansion of contemporary poetic consciousness. A central feature of his poetics is a robust symbolic framework where natural elements—such as rain, evening, darkness, and autumn—transcend mere description to embody human loneliness, memory, and emotional anguish. Kazmi's stylistic brilliance lies in his emotional authenticity and simplicity of expression, purposefully eschewing intricate rhetoric or verbal ornamentation in favor of accessible language that resonates deeply with the reader. Furthermore, his deliberate use of silence, pause, and understatement invites active reader engagement, leaving the unsaid to carry greater evocative weight than the spoken word. Deeply intertwined with themes of nostalgic longing, the trauma of migration, and the bitter-sweet nuances of romantic devotion, his ghazals balance personal grief with societal realities. Ultimately, by channeling the classical pathos of Mir Taqi Mir through the lens of modern psychological complexities, Kazmi establishes a dynamic equilibrium between tradition and modernity, rendering his poetic legacy both enduring and uniquely impactful.

Key Words: Nasir Kazmi, Urdu Ghazal, Classical Tradition, Modern Sensibility, Symbolism, Imagery, Nostalgia, Existentialism, Poetic Structure, Silence, Emotional Authenticity, Simplicity of Expression.

"شعریات" وہ عملی و تنقیدی پہلو ہے جو شعری اصناف کے اظہارِ فن کے لیے زبان کی ساخت، جمالیاتی اصول اور معنوی حیثیت اور قرأت کے عمل کا مطالعہ کرتا ہے۔ شعریات غزل میں بجز قافیہ اور عروض کے علاوہ علامت، بدیع و بیان، متن کا ارتقاء، ادبی روایت اور نئے تجربات کا توازن شامل ہوتا ہے۔ ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ شعریات اصولوں کے مجموعے کا نام ہے۔ شمس الرحمٰن فاروقی کے مطابق:

> "یہ ان اصولوں کا نام ہے جن کی روشنی میں ہم عام طور پر یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ کون سی چیز شعر ہے اور کون سی نہیں، اور پھر فیصلہ کرتے ہیں کہ کون سا شعر یا نظم یا شاعری اپنی طرح کی کئی دوسری چیزوں سے بہتر ہے، کون سی چیز کم تر ہے اور کون سی بالکل خراب ہے۔ اس کو طے کرنے کے اصول بھی شعریات کہلاتے ہیں"(۱)

ناصر کاظمی جدید اُردو غزل کا نمائندہ شاعر ہے۔ غزل میں اُن کی انفرادیت مختصر بحور، منفرد استعارات اور دل نشیں اسلوب ہے۔ ان کی غزل کی شعریات اُردو غزل کی کلاسیکی روایت اور جدید حساسیت کے امتزاج کی ایک نمایاں مثال ہے۔ وہ غزل کی روایتی ہئیت، بحر، ردیف و قافیہ اور صوتی آہنگ کی پابندی کرتے ہوئے جدید انسان کے داخلی تجربات اور نفسیاتی کیفیات کو نہایت سادگی اور نفاست کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ اس طرح اُن کی غزل محض روایت کے تقلید نہیں بلکہ جدید شعری شعور کی با معنی توضیح بن جاتی ہے۔ بارش، شام، اندھیرا، خاموشی، ہوا، درخت اور خزاں جیسے عناصر محض فطری مناظر نہیں بلکہ انسانی تنہائی، یاد، اداسی اور داخلی کرب کی علامت بن کر سامنے آتے ہیں۔ یہ علامتی نظام ان کی غزل کو ایک مربوط جمالیاتی ڈھانچہ عطا کرتا ہے۔(۲)

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)
Vol.9.No.1 2026

رنگ صبحوں کے، رنگ شاموں کے
جیسے سپنا کوئی اُداس اُداس (٣)
خیالِ حُسن میں کتنا بہار پرور ہے
شبِ خزاں کی خُنک چاندنی کا نظارا(٤)

ناصر کاظمی فطرت کو محض منظر نگاری کے لیے استعمال نہیں کرتے بلکہ اسے انسانی جذبات کی علامت بنا دیتے ہیں۔ ان کی غزل میں بارش، ہوا، شام، اندھیرا اور ویران گلیاں ان کی شاعری میں داخلی کیفیات کے ترجمان ہیں، فطرت اور انسان کے باطن کا یہ امتزاج ناصر کاظمی کی شعری جمالیات کو منفرد بناتا ہے۔

پھر لالۂ و گُل کے میکدوں میں
چھلکی مُشکبار مئے کچھ دیر(٥)
خیالِ حُسن میں کتنا بہار پرور ہے
شبِ خزاں کی خُنک چاند کا نظارا
چلو کہ برف پگھلنے کی صبح آپہنچی
خبر بہار کی لایا ہے کوئی گُل پارا
ہمیں وہ برگ خزاں دیدہ ہیں جنہیں ناصرؔ
چمن میں ڈھونڈتی پھرتی ہے بوئے آوارہ(٦)

ناصر کے شعری مجموعے "برگ نے" کی مکمل غزلیں مناظرِ فطرت کی عکاسی کرتی ہیں جس میں انہوں نے خزاں، صبح، پھولوں، اُوس، دھواں، موسم، زندگی اور یاد جیسے عناصر کا ذکر ہے۔

ناصر کی غزل میں یہ فطری عناصر محض پس منظر کا کردار ادا نہیں کرتے بلکہ جذبات کے اظہار کا وسیلہ بن کر سامنے آتے ہیں۔ اس فنکارانہ امتزاج کے ذریعے قاری کے ذہن میں محبت کی تصویر اور جذباتی کیفیت با آسانی تشکیل پاتی ہے۔ یوں فطرت اور رومانی احساسات کا یہ باہمی ربط ناصر کاظمی کی شاعری کو نہ صرف جمالیاتی حُسن بخشتا ہے بلکہ اسے جذباتی طور پر اثر انگیز بھی بناتا ہے۔ ناصر نے اس کے ساتھ غزل میں تنہائی، یادیں اور ناسٹلجیا جیسے عناصر کو استعمال کیا ہے۔ یہ عناصر نہ صرف ان کے ذاتی تجربات کی عکاسی کرتے ہیں بلکہ جدید انسان کے نفسیاتی اور وجودی احساسات کو بھی نمایاں کرتے ہیں۔

اوّلیں چاند نے کیا بات سُجھائی مجھ کو
یاد آئی تیری اُنگشتِ حنائی مجھ کو(٧)
دَورِ فلک جب دُہراتا ہے موسمِ گُل کی راتوں کو
کُنج قفس میں سُن لیتے ہیں، بھولی بسری باتوں کو

ریگِ رَواں کی نرم تہوں کو چھیڑتی ہے جب کوئی ہوا
سُونے صحرا چیخ اُٹھتے ہیں آدھی آدھی راتوں کو(٨)

ناصر کاظمی کی غزل کی ایک نمایاں خصوصیت ان کی سادہ زبان اور صَوتی آہنگ ہے۔ وہ بُلند آہنگی یا جذباتی شور کی بجائے خاموش لہجے میں گہرا اثر پیدا کرتے ہیں۔ یہی سادگی ان کی شاعری کو دَوام بخشتی ہے۔ ناصر کاظمی کی شاعری، کہے بغیر کہنے کا فن ہے۔ جہاں سکوت خود ایک معنی خیز علامت بن جاتا ہے۔ کاظمی کی شعریات کی بنیاد سادگی بیان اور جذباتی صداقت پر قائم ہے۔ ان کے ہاں زبان میں تصنع، لفاظی یا پیچیدہ استعاراتی بوجھ نظر نہیں آتا بلکہ عام فہم اور نرم الفاظ کے ذریعے گہرے انسانی احساسات کو بیان کیا جاتا ہے۔ یہی سادگی ان کی شاعری کو داخل سچائی اور فکری وزن عطا کرتی ہے۔۔ جس سے قاری براہ راست متاثر ہوتا ہے۔(٩)

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)
Vol.9.No.1 2026

بیٹھے بیٹھے برس پڑیں آنکھیں
کر گئی پھر کسی کی آس اُداس
کوئی رہ رہ کے یاد آتا ہے
لیے پھرتی ہے تو کوئی باس اُداس(۱۰)

ناصر کاظمی کے ہاں تنہائی محض ایک جذباتی کیفیت نہیں بلکہ ایک مستقل وجودی احساس ہے۔ یہ تنہائی فرد کی داخلی دنیا، شکستہ خوابوں اور گم شدہ رشتوں سے جُڑی ہوئی ہے۔ اُن کی غزل میں تنہائی ایک ایسے خاموش کرب کی صورت اختیار کر لیتی ہے جو قاری کے اندر بھی سرایت کر جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری میں تنہائی ایک گہرے فکری اور جذباتی پس منظر کے ساتھ جلوہ گر ہوتی ہے۔ ناصر کی غزل میں اُداسی اور تنہائی کا اظہار کسی چیخ پکار یا شدید جذباتی کیفیت کی بجائے نرمی، سکوت اور احساس کی گہرائی کے ساتھ کیا گیا ہے۔ یہ خاموشی اور داخلی دَرد اُن کی شاعری کو نہایت مؤثر بناتا ہے۔ اسی اُسلوب کے باعث اُن کے اشعار قاری کے لیے زیادہ معنی خیز اور دیرپا اثر رکھنے والے ثابت ہوتے ہیں اور اسے انسانی تجربات کی داخلی دنیا سے جوڑ دیتے ہیں۔

؎ یہ سانحہ بھی محبت میں بار ہا گُزرا
کہ اس نے حال بھی پوچھا تو آنکھ بھرَ آئی(۱۱)

؎ جدائیوں کے مرحلے بھی حُسن سے تہی نہ تھے
کبھی کبھی تو شوق آئینے دکھا کے رہ گیا(۱۲)

؎ تنہائی میں تیری یاد
جیسے ایک سُریلی دُھن(۱۳)

؎ تیرے خیال سے لَو دے اُٹھی ہے تنہائی
شبِ فراق ہے یا تیری جلوہ آرائی(۱۴)

ناصر کی شاعری کا اہم عنصر ناسٹلجیا ہے۔ ماضی پرستی ان کی ذات اور شاعری میں گویا رچ بس گئی ہے۔ یہ ناسٹلجیا اُن کی شاعری کو ایسا منفرد رنگ دیتا ہے جس سے قاری براہِ راست متاثر ہوتا ہے۔ وارداتِ قلب کا بیان اور منفرد اُسلوب اس کو مزید مہمیز کرتا ہے۔ ناصر کی شاعری میں یاد ایک ایسا ناسٹیلجیائی عناصر ہے جو تخلیقی محرک کے طور پر جلوہ گر ہوتی ہے۔ ماضی ان کے ہاں کسی رومانی فخر کا نہیں بلکہ کھوئے ہوئے لمحوں، بچھڑتی قدروں اور نامکمل تجربات کا استعارہ ہے۔ ناصر کے ہاں یاد ایک زندہ قوت بن کر حال میں مداخلت کرتی ہے جو ان کی غزل کو نفسیاتی گہرائی عطا کرتی ہے۔

؎ دل دھڑکنے کا سبب یاد آیا
وہ تیری یاد تھی اب یاد آیا
پھر کئی لوگ نظر سے گُزرے
پھر کوئی شہر طرب یاد آیا
بیٹھ کر سایۂ گُل میں ناصرؔ
ہم بہت روئے وہ جب یاد آیا(۱۵)

؎ زندگی جس کے دَم سے ہے ناصرؔ
یاد اُس کی عذاب جاں بھی ہے(۱۶)

یادِ رفتگاں، ہجرت کا کرب اور گزرے دنوں کی یاد کو ناصر نے صرف شاعری کا حصہ نہیں بنایا بلکہ اس کی زندگی پر بھی ان عناصر کی گہری چھاپ نظر آتی ہے۔ ان کے ہاں محبت کے نشاطیہ پہلو کی بجائے محرومی اور جدائی کا دکھ زیادہ نظر آتا ہے۔ یہ عناصر ان کی شاعری کو گہرائی عطا کرتے ہیں جس سے اثر انگیزی میں اضافہ ہوتا ہے۔

پھر اک نشاطِ بے خودی میں
آنکھیں رہیں اشکبار کچھ دیر
پھر اک طویل ہجر کے بعد
محبت رہی خوشگوار کچھ دیر(۱۷)
جب بھی نئے سفر پر جاتا ہوں ناصرؔ
پچھلے سفر کے ساتھی دھیان میں آتے ہیں (۱۸)

ناصر نے محبت کی علامت کو حقیقت پسندانہ اور نفسیاتی زاویے سے پیش کیا ہے۔ ان کی غزلیں صرف رومانی جذبات کی اظہار تک محدود نہیں بلکہ انسانی تعلقات کی پیچیدگی، یادوں کی مٹھاس اور جدائی کے درد کو بھی گہرائی سے بیان کرتی ہیں۔ وہ محبت کے تجربات کو عام زندگی کے سیاق وسباق میں پیش کرتے ہیں۔ اس انداز کی بدولت قاری نہ صرف جذباتی طور پر متاثر ہوتا ہے بلکہ انسانی نفسیات کی باریکیوں کو بھی محسوس کرتا ہے۔ ناصر نے محبت کی یادوں اور جذبات کی نزاکت کو غزل میں بیان کیا ہے۔ جس میں ہر لفظ انسانی احساسات کے نفیس رنگ کو پیش کرتا ہے۔ محبت کو یہاں صرف رومانوی جذبے کے طور پر نہیں بلکہ یاد، حسرت اور ذاتی تجربات کے تناظر میں بھی پیش کیا گیا ہے۔ ناصر کی شاعری میں رومانوی جذبات کا تعلق صرف محبوب کے ساتھ محدود نہیں رہتا بلکہ یہ جذبات انسان کی داخلی کیفیت یادوں، اُمید اور ماضی کے تجربات سے بھی گہرا ربط رکھتے ہیں۔

زندگی جن کے تصور سے جِلا پاتی تھی
ہائے کیا لوگ تھے جو دامِ اجل میں آئے(۱۹)
وہ کوئی دوست تھا اچھے دنوں کا
جو پچھلی رات سے یاد آرہا ہے
کسے ڈھونڈو گے، اِن گلیوں میں ناصرؔ
چلو اَب گھر چلیں، دن جا رہا ہے(۲۰)

دیکھ محبت کا دَستور
تو مجھ سے میں تجھ سے دُور(۲۱)
اِنہی آنکھوں نے دِکھائے کئی بھر پور جمال
اِنہی آنکھوں نے شبِ ہجر دکھائی مجھ کو(۲۲)
خلوتوں میں روئے گی چھُپ چھُپ کے لیلائے غزل
اِس بیاباں میں نہ اب آئے گا دیوانہ کوئی(۲۳)

ناصر کی غزل میں عشق کی کیفیت صرف جذباتی کشش یا رُومانوی حُسن تک محدود نہیں بلکہ جُدائی ہو یا یاد کی تلخیاں، اُنہیں محبت کے مکمل تجربے کے طور پیر پیش کیا گیا ہے۔ اُن کے اشعار میں محبت کی نزاکت اور جذبات کی باریکیاں اور لفظوں کی نفاست کو شعری حُسن کے ذریعے پیش کیا گیا ہے۔ یہ خصوصیت اُن کی غزل کو نہ صرف جذباتی طور پر اثر انگیز بناتی ہے بلکہ فکری گہرائی بھی فراہم کرتی ہے۔

عشق کو حُسن سے خالی نہ سمجھ
نالۂ اہلِ وفا غور سے سن(۲۴)
حاصلِ عشق تیرا حسن پریشان ہی سہی
میری حسرت تیری صورت سے نمایاں ہی سہی
حُسن بھی حُسن ہے محتاجِ نظر ہے جب تک

شعلۂ عشق چراغِ تہہ داماں ہی سہی(۲۵)
عشق میں جیت ہوئی یا مات

آج کی رات نہ چھیڑ یہ بات
پھر جاڑے کی رُت آئی
چھوٹے دِن اور لمبی رات(۲۶)

نصیبِ عشق، دل بے قرار بھی تو نہیں
بہت دنوں سے تیرا انتظار بھی تو نہیں(۲۷)

ناصر کاظمی نے میر تقی میر کی داخلی سوز و گداز کی روایت کو جدید دور کے نفسیاتی مسائل کے ساتھ جوڑا ہے۔ ان کی غزل نہ تو محض کلاسیکی تقلید ہے اور نہ ہی مکمل طور پر علامتی ابہام بلکہ یہ روایت اور جدت کے حسین توازن کی مثال ہے۔ ان کے اشعار قاری کو محض محبت کی ایک خارجی تصویر دکھانے کے بجائے محبت کے احساس، تنہائی اور نفسیاتی کیفیت کا شعور بھی دیتے ہیں، یہی خصوصیت ناصر کی شاعری کو جذباتی اور فکری دونوں سطحوں پر اثر انگیز بناتی ہے۔ ناصر کی غزل میں رومانوی جذبات اکثر فطرت اور ماحول کے مناظر کے ساتھ مربوط نظر آتے ہیں، بارش، چاندنی اور خزاں جیسے مناظر محبوب کی یاد اور عشق کے احساسات کی علامات بن جاتے ہیں۔ اشعار دیکھیے:

اُداسیوں کا سماں محفلوں میں چھوڑ گئی
بہار اِک خلش سی دِلوں میں چھوڑ گئی(۲۸)

گریہ پیہم رہا ہے آنکھوں میں
رات بھر نَم رہا ہے آنکھوں میں(۲۹)

بھرَی برسات خالی جارہی ہے
سرِ اَبرِ رواں دیکھا نہ جائے(۳۰)

ناصر کاظمی کی غزل میں زمانی شعور اور وجودی احساس نمایاں طور پر نظر آتا ہے، ہجرت کا کرب، ماضی کی یادیں، حال کی بے یقینی اور مستقبل کی دُھندلی تصویر ان کے شعری تخیل میں ایک مستقل پس منظر کے طور پر جلوہ گر ہوتی ہے۔ اس حوالے سے اُن کی شاعری جدید اُردو غزل کے نفسیاتی اور وجودی رُجحانات سے گہرا تعلق رکھتی ہے۔ ناصر کاظمی کی شاعری میں غمِ دوراں اور غمِ جاناں کا حسین امتزاج ملتا ہے۔ ذاتی غم اور معاشرتی حالات کو انہوں نے اپنی غزل میں عمدگی سے روشناس کرایا ہے۔ جس نے ان کی شاعری کو نیا آہنگ عطا کیا ہے۔

آفتوں کے دَور میں
چَین کی گھڑی ہے تو

میری ساری عمر میں
ایک ہی کمی ہے تو(۳۱)

رنج بھی دیکھے خوشی بھی دیکھی
آج کچھ دَرد نیا ہے دل میں(۳۲)

پھر شامِ وصالِ یار آئی
بہلا غم روزگار کچھ دیر(۳۳)

تجھے یہ غم کہ مِری زندگی کا کیا ہو گا
مجھے یہ ضِد کہ مداوانہ کر سکے تُو بھی(۳۴)

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

ناصر کاظمی کی غزل میں علامت نگاری اور تلازمہ خیال کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ یہ علامتی نظام ان کی غزل کو ایک مضبوط جمالیاتی ساخت عطا کرتا ہے۔ ناصر نے غزل میں خاموشی اور سکوت کا شعری استعمال عمدگی سے کیا ہے۔ ان کے اشعار میں اکثر کہی ہوئی بات سے زیادہ ان کہی بات زیادہ اثر رکھتی ہے۔ یعنی سکوت قاری کے شعر کے اندر داخل ہونے اور اپنے ذاتی تجربات کو اس میں شامل کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ جو جدید اردو غزل کے مزاج کی اہم علامت ہے۔(۳۵)

ےتنہائی کو کیسے چھوڑوں
برسوں میں اِک یار ملا ہے(۳۶)

ےملاؤں گا، نہ ملوں گا، نہ خط لکھوں گا تجھے
تیری خوشی کے لیے، خود کو یہ سزا دوں گا(۳۷)

ےیہ خامشی تو رَگ و پَے میں رچ گئی ناصرؔ
وہ نالہ کر کہ، دلِ سنگ سے صدا نکلے(۳۸)

ناصر کاظمی کی شاعری میں فطرت کا منظر انسانی جذبات کی ترجمانی کرتا ہے۔ بارش کو محض ایک فطری مظہر نہیں بلکہ یادوں کے بہاؤ، دَرد کی شدّت اور وقتی تسکین کی علامت بن جاتی ہے۔ ناصر فطرت کے وسیلے سے اپنی داخلی کیفیت اور جذباتی کرب کو اظہار کی شکل دیتا ہے۔ یوں یہ تخیل اور احساس کے حسین امتزاج کی نمایاں مثال بن جاتا ہے۔

ےرنگ برسات نے بھرے کچھ تو
زخم دل کے ہوئے ہرے کچھ تو(۳۹)

ےبادل گرجا پَون چلی
پھُلواری میں پھُول ڈرے
پَت جھڑ آنے والی ہے
رَس پی کر اُڑ جا بھنورے(۴۰)

ناصر کاظمی نے روایتی شاعری کی بجائے برَجُستگی اور منفرد لفظیات کے ذریعے اپنی داخلی کیفیت کو بیان کیا ہے۔ ان کے الفاظ کا چناؤ اور ان کی نشست بہت منفرد اور برَجُستہ ہوتی ہے۔ اس برَجُستگی نے ان کی غزل کو نُدرت اور دھیمے پن سے رُوشناس کرایا۔ وہ بُلند آہنگی کی بجائے خاموشی سے دل کی بات کہتے ہیں۔

ےمیں سوتے سوتے کئی بار چونک پڑا
تمام رات تیرے پہلوؤں سے آنچ آئی(۴۱)

ےنہ چھیڑ اے خلشِ دَرد باربار نہ چھیڑ
چھُپائے بیٹھا ہوں سینے میں ایک عمر کے راز(۴۲)

ےبگُولے یوں اُڑے پھِرتے ہیں خُشک جنگل میں
تلاشِ آب میں جیسے غزالِ آوارہ
ہمیں وہ برگِ خَزاں دِیدہ ہیں جنہیں ناصرؔ
چمن میں ڈھونڈتی پھِرتی ہے لُوئے آوارہ(۴۳)

ناصر کاظمی ایک ایسے شاعر ہیں جن کے مجموعہ "پہلی بارش" کی چوبیس غزلیں ایک ہی بحر میں ہیں جن میں قافیہ بندی بھی خوب صورت ہے۔ اس کے علاوہ "برگِ نَے" اور "دیوان" کی زیادہ تر غزلیں مختصر بحر میں ہیں جن کا صَوتی آہنگ بھی مسحُورکُن ہے۔ ناصر کاظمی کی غزل کی شعریات فکر یا معنویت اور تجربات کے حوالے سے انفرادیت کی حامل ہیں۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

حوالہ جات

۱۔ فاروقی، شمس الرحمٰن، بحوالہ: اُردو غزل کا تاریخی ارتقاء از غلام آسی رشیدی، نئ دہلی، اپچ ایس آفسٹ پرنٹرز،۲۰۰۶ء، ص:۳۳۶

۲۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، اُردو غزل کی نئی حسیّت، لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۷ء، ص:۱۳۴

۳۔ ناصر کاظمی، بَرگِ نَے، لاہور، القا پبلی کیشنز، ۲۰۱۶ء، ص:۱۰۷

۴۔ ایضاً، ص:۹۷

5۔ ایضاً، ص:۸۳

6۔ ایضاً، ص:۷۶

7۔ ایضاً، ص:۷۵

8۔ ایضاً، ص:۶۳

9۔ رحمٰن طارق، ناصر کاظمی زندگی اور شاعری، اسلام آباد، اردو اکیڈمی، ۱۹۹۵ء، ص:۵۵

10۔ ناصر کاظمی، بَرگِ نَے، ص:۱۰۷

11۔ ایضاً، ص:۸۷

12۔ ایضاً، ص:۷۷

13۔ ایضاً، ص:۸۴

14۔ ایضاً، ص:۸۶

15۔ ایضاً، ص:۹۳

16۔ ایضاً، ص:۱۰۶

17۔ ایضاً، ص:۷۶

18۔ ناصر کاظمی، دیوان، لاہور، علم و عرفان پبلی کیشنز، ۲۰۲۲ء، ص:62

19۔ ایضاً، ص:۶۹

20۔ ایضاً، ص:۷۰

21۔ ناصر کاظمی، بَرگِ نَے، ص:۲۷

22۔ ایضاً، ص:۷۵

23۔ ناصر کاظمی، دیوان، ص:۶۸

24۔ ناصر کاظمی، بَرگِ نَے، ص:۱۱۴

25۔ ایضاً، ص:۱۹

26۔ ایضاً، ص:۲۶

27۔ ایضاً، ص:۵۸

28۔ ایضاً، ص:۸۹

29۔ ایضاً، ص:۱۲۵

30۔ ایضاً، ص:۵۰

31۔ ناصر کاظمی، دیوان، ص:۱۵۵

32۔ ایضاً، ص:۱۳۶

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

33۔ ناصر کاظمی، بَرگِ نَے، ص:۱۰۲
34۔ ناصر کاظمی، دیوان، ص:۱۱۴
35۔ جعفری، س۔ر، جدید اُردو شاعری کے رُجحانات، کراچی، نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۹۸۰ء، ص:۴۱
36۔ ناصر کاظمی، دیوان، ص:۸۳
37۔ ایضاً، ص:۸۹
38۔ ایضاً، ص:۱۵۰
39۔ ناصر کاظمی، بَرگِ نَے، ص:۷۹
40۔ ایضاً، ص:۲۴
41۔ ایضاً، ص:۹۰
42۔ ایضاً، ص:۹۸
43۔ ایضاً، ص:۷۴